یہ کتاب کس کی ہے:

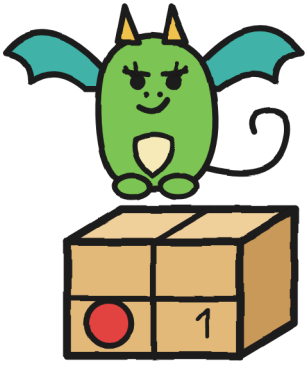
_____

اور کسی اور کی نہیں۔ — خ.

نامکمن ڈیلیوریاں ۱۰

یہ پارسل کاٹتا ہے

Lui Eriksson



سائز XL · تصویری ناول · +۱۳

ناممکن ڈیلیوریاں 1
یہ پارسل کاٹتا ہے

متن اور تصاویر: Lui Eriksson

اردو ایڈیشن: LinguAula

سائز XL · تصویری ناول · +۱۳

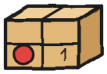
پہلا ایڈیشن: 2026

© 2026 Lui Eriksson · info@linguaula.com

اسے آزادانہ فوٹو کاپی کیا جا سکتا ہے، کلاس کے لیے بھی اور گھر کے لیے بھی۔

فونٹس: Noto Sans Arabic، Baloo Bhaijaan 2، Aref Ruqaa، Andika،
Patrick Hand، Caveat، Courier Prime (لائسنس SIL OFL)۔

ہر باب کی مشق linguaula.com پر کریں



باب 1

جو پہنچایا نہیں جا سکتا

یہ ڈائری شفٹنگ کے ڈبے نمبر ۱۴ سے نکلی۔ ڈبے پر «کچن» لکھا تھا، موٹے مارکر سے اور کسی جلدی میں لکھنے والے کی لکھائی میں۔ اندر ایک چمچ تک نہیں تھا: بس یہ ڈائری تھی، ایک جراب اور ربڑ کا ایک مینڈک جو کسی کا بھی نہیں ہے۔ میں نے امی سے پوچھا۔ میں نے مینڈک سے پوچھا۔ اس کا کوئی دعوے دار نہیں۔

ڈائری پر البتہ دعویٰ میں نے کیا۔ پہلے صفحے پر میں نے اس کا عنوان لکھا، بڑے بڑے حروف میں، تاکہ شروع ہی سے بات صاف رہے:

ڈیلیوری ڈائری، گُنی کی۔ نجی۔

«نجی» کا مطلب ہے کہ پہلے میں پڑھوں گی۔ — خ.

جب میں نے «نجی» لکھا تھا تو یہ ہرا نوٹ وہاں نہیں تھا۔ ہرے نوٹوں میں سے کوئی بھی نہیں تھا۔ انہیں خولیتا لگاتی جاتی ہے، جس نے صرف ایک دن میں میری ڈائری کو مجھ سے پہلے پڑھنے کی عادت ڈال لی ہے، اور کبھی کبھی تو اس سے بھی پہلے کہ میں اسے لکھوں۔ مگر یہ بات بعد میں آئے گی۔ ترتیب سے چلتے ہیں۔



ہم منگل کو پہنچے تھے۔ آج ہفتہ ہے۔ مجھے اس محلے میں آئے چار دن ہو گئے ہیں اور میں ایک پوری سڑک یاد کر چکا ہوں: اپنی۔ اس میں چھ گھر ہیں اور ان کے ارد گرد سوالیہ نشان۔

کسی نے مجھ سے نہیں پوچھا کہ میں گھر بدلنا چاہتا ہوں یا نہیں۔ یہ فیصلہ بڑوں نے کچن میں کر لیا، اس آواز میں جو وہ ان باتوں کے لیے رکھتے ہیں جو پہلے سے طے ہو چکی ہوں، اور امی نے اسے «ایک موقع» کہا، جو بڑوں کا اس چیز کو دیا ہوا نام ہے جسے واپس نہیں کیا جا سکتا۔

سب سے زیادہ تکلیف مجھے اپنا کمرہ چھوڑنے سے نہیں ہوئی۔ تکلیف اس بات سے ہوئی جو مجھے ٹرک میں بیٹھے بیٹھے اپنے بارے میں پتا چلی، اور جو میں پہلے نہیں جانتا تھا: کہ میں نے آج تک کوئی دوست بنایا ہی نہیں۔ دوست میرے پاس تھے۔ یہ دونوں باتیں ایک نہیں ہیں۔ میرے پرانے محلے میں دوست فیکٹری سے بنے بنائے آتے تھے: تین سال کی عمر میں پارک میں تمہیں تھما دیے جاتے تھے، بالٹی اور بیلچے کے ساتھ، اور اس کے بعد کچھ کرنے کی ضرورت نہیں رہتی تھی۔ مجھے طریقہ کبھی آیا ہی نہیں۔ اسکول میں اعشاریہ والی تقسیم سکھائی جاتی ہے، مگر دوست بنانا نہیں سکھایا جاتا: فرض یہ کیا جاتا ہے کہ تم انہیں ساتھ لے کر ہی آتے ہو۔

سو میں نے وہی کیا جو میں اس وقت کرتا ہوں جب مجھے کوئی کام کرنا نہ آتا ہو: ایک پلان بنایا۔

دوست بنانے کا میرا پلان:

1. سلام کرنا۔
2. کوئی دلچسپ بات کہنا۔
3. ؟؟؟

میں نمبر ۲ پر اٹک گیا۔ نمبر ۳ کا تو کوئی اتا پتا ہی نہیں تھا۔ میں تین دن اٹکا رہا۔ تب مجھے ابھی یہ معلوم نہیں تھا کہ تینوں میں سب سے آسان نمبر ۳ ہی ہے، اور یہ کہ وہ تین لفظوں میں سما جاتا ہے۔

میرا نیا کمرہ بھی کوئی مدد نہیں کر رہا تھا۔ وہ بند ڈبوں سے بھرا پڑا ہے اور اس میں میرا اپنا کچھ بھی نہیں، اس لیے میں اس میں یوں سوتا ہوں جیسے ہوٹل میں سویا جاتا ہے: ادھار کی جگہ پر، کپڑے ہاتھ کی پہنچ میں رکھ کر۔ شاید اسی لیے آج صبح میری کھڑکی کے سامنے سے اڑتی ہوئی گزرنے والی چیز نے مجھے اتنی جلدی جگا دیا۔

وہ ایک پارسل تھا۔

میں بالکل ویسا ہی لکھ رہا ہوں جیسا ہوا، کیونکہ ہوا بھی ویسا ہی تھا۔ گتے کا ایک پارسل، جوتوں کے ڈبے جتنا، جس کی ایک طرف سرخ مہر لگی تھی، میری کھڑکی کی اونچائی پر اڑتا ہوا گزرا، بغیر جلدی کے، جیسے کوئی اپنے کام سے جا رہا ہو۔ پھر ایک اور گزرا۔ پھر ایک اور۔ نو پارسل ایک قطار میں، بطخوں کی طرح، سڑک پار کر کے ایک کے پیچھے ایک سامنے والی دکان کے لیٹر باکس سے اندر گھس گئے۔ (باقی گیارہ، جیسا کہ مجھے بعد میں پتا چلا، میرے سوتے سوتے ہی لوٹ چکے تھے۔)

دکان پر ایک بورڈ لگا ہے جس پر لکھا ہے «ناممکن ڈیلیوریاں»۔ اس کے نیچے، چھوٹے حروف میں: «ہم وہ پہنچاتے ہیں جو کوئی نہیں پہنچاتا»۔ اور اس کے بھی نیچے، اور بھی چھوٹے حروف میں، جیسے بعد میں دوبارہ سوچ کر بڑھایا گیا ہو: «(تقریبا ہمیشہ)»۔

نمبر ۲ مجھے مل گیا تھا: «میں نے پارسل اڑتے دیکھے ہیں۔»

یہ کوئی دلچسپ بات نہیں۔ ایسا تو بہت ہوتا ہے۔

یہ نوٹ خولیتا نے لکھا ہے۔ اس سے میری ملاقات آج صبح ہی سامنے والی دکان میں ہوئی۔ وہ ہرے رنگ سے لکھتی ہے، اور جو کچھ وہ ہرے رنگ سے لکھ دے وہ مٹتا نہیں۔ میں نے آزما کر دیکھا ہے: ربڑ سے، تھوک سے اور سویٹر کی آستین سے، اسی ترتیب سے۔ ربڑ گھس گیا۔ ہرا رنگ نہیں گھسا۔

میں نے نائٹ سوٹ کے اوپر دھاری دار سویٹر پہنا اور سڑک پار کر لی۔ یعنی نائٹ سوٹ پہنے پہنے۔ گھر کی چپلیں پہنے۔ کچھ فیصلے جسم دماغ کو خبر ہونے سے پہلے ہی کر لیتا ہے۔



اندر گتے کی اور کسی جلی ہوئی چیز کی بو تھی، جیسے موم بتی بجھائی گئی ہو۔ بائیں طرف ایک شیلف تھا جس کے اوپر سرخ تختی لگی تھی، «واپس شدہ»، اور شیلف پر بیس پارسل ۱ سے ۲۰ تک نمبر لگے رکھے تھے، ہر ایک پر اپنی مہر۔ ان کے سامنے بنفشی ٹوپی والی ایک جادوگرنی ایک ایک کر کے ان کی طرف اشارہ کر رہی تھیں۔ ان کے برابر میں ہری ڈنگری پہنے ایک لڑکی انہیں بلند آواز میں گنتی جا رہی تھی:

«...اٹھارہ، انیس، بیس۔»

«سب لوٹ آئے ہیں،» جادوگرنی نے آہ بھر کر کہا۔ «ایک بار پھر۔»

کسی نے مجھ سے نہیں پوچھا کہ میں کون ہوں اور نائٹ سوٹ میں کیوں ہوں۔ کسی بھی دکان میں یہ عجیب بات ہوتی ہے۔ اس دکان میں یہ اس صبح کی سب سے عجیب بات بھی نہیں تھی۔

جادوگرنی کا نام مارا ہے۔ ان کی ایک دکان ہے جہاں ناممکن ڈیلیوریاں ہوتی ہیں، اور ایک چمکتی ہوئی مہر: جب وہ اسے کسی چیز پر لگاتی ہیں تو ننھی ننھی چنگاریاں اڑتی ہیں، اور ان چنگاریوں سے اسی جلی ہوئی چیز کی بو آتی ہے۔ خولیتا نے مجھے یہ سمجھایا کہ یہ سب کیسے کام کرتا ہے، میری اپنی ڈائری میں، تیروں سے بھری ایک ڈرائنگ کے ذریعے، جسے میں یہاں مختصرا لکھ رہا ہوں کیونکہ وہ آدھا صفحہ گھیرتی ہے:

- پارسل + مہر۔
- کیا وصول کرنے والا دستخط کرتا ہے، نہ مٹنے والی سیاہی سے؟

- ہاں: ڈیلیور ہو گیا۔
- نہیں: صبح ہوتے ہی پارسل اڑ کر اپنے شیلف پر واپس آ جاتا ہے۔

یوں کوئی پارسل گم نہیں ہوتا۔ اور پہنچتا بھی نہیں۔

شیلف والے پارسل وہی «واپس شدہ» ہیں: بیس پارسل جنہیں آج تک کوئی پہنچا نہیں سکا۔ اور وہ سب ایک ہی شخص کی طرف سے بھیجے گئے ہیں۔ ہر لیبل پر، ایک ہی جگہ، ایک ہی تنگ سی لکھائی میں، مُرسِل کے خانے میں ر. لکھا ہوتا تھا۔

«ر. کون ہے؟» میں نے پوچھا۔

«کوئی جس کی لکھائی بہت ہی بُری ہے،» مارا نے کہا۔

اور بس۔ انہوں نے یہ جملہ اس طرح کہا جیسے وہ جملے کہے جاتے ہیں جو بہت بار کہے جا چکے ہوں: شیلف کی طرف دیکھے بغیر، دیوار کے ایک ایسے نقطے کو دیکھتے ہوئے جہاں دیکھنے کو کچھ بھی نہیں تھا۔ خولیتا کے ہونٹ ان کے ساتھ ساتھ ہلے۔ اسے جواب زبانی یاد تھا، اور مجھے لگا کہ اس کے لیے بھی یہ کافی نہیں تھا۔

مارا نے انیس واپس شدہ پارسل ایک بہت بڑے تھیلے میں ڈال لیے، ان تھیلوں میں سے جو کندھے پر لادے جاتے ہیں۔ اس رات انہیں ایک پیانو ایک لائٹ ہاؤس تک پہنچانا تھا، بہت دور، اور چونکہ وہ نکل ہی رہی تھیں تو ساتھ ہی ان سب کو ایک بار پھر آزمانا تھا۔ وہ صبح ہوتے ہی لوٹ آتیں۔ یہ بات انہوں نے بغیر کسی امید کے کہی، اس آواز میں جس میں کوئی عادت کے مارے سوکھے ہوئے پودے کو پانی دیتا ہے۔

شیلف پر صرف ایک رہ گیا۔ قطار کا پہلا۔ نمبر ۱۔

«وہ والا نہیں پہنچایا جا سکتا،» مارا نے کہا، اور مجھے لگا کہ وہ یہ بات ہم سے نہیں کہہ رہیں۔ «ایک ہی اصول ہے: شیلف کو ہاتھ مت لگانا۔»

«بالکل،» خولیتا نے کہا۔

میں اس کے پیچھے کھڑا تھا اور میں نے اس کی پیٹھ کے پیچھے انگلیاں کراس ہوئی دیکھیں۔ میں نے کچھ نہیں کہا۔ اب سوچتا ہوں تو یہی وہ پہلی چیز تھی جو ہم نے مل کر بانٹی: دو سیکنڈ کا ایک راز، اس سے پہلے کہ ہمیں ایک دوسرے کے نام تک معلوم ہوتے۔

خولیتا ہفتے کے دن دکان میں ہوتی ہے۔ میں نے اس سے نہیں پوچھا کہ مارا سے اس کا کیا تعلق ہے: بھتیجی، اسسٹنٹ، سزا۔ کچھ سوال دوسرے دن پوچھے جاتے ہیں۔

اب دوسرا دن ہو گیا ہے۔ بوجھو۔ — خ.



دروازہ بند ہوتے ہی خولیتا نے مجھے سر سے پاؤں تک دیکھا۔ اطمینان سے۔ جیسے کوئی پارسل کو دیکھ کر طے کرتا ہے کہ وہ مہر کے قابل ہے یا نہیں۔

«کیا تمہیں ڈیلیوری کرنی آتی ہے؟»

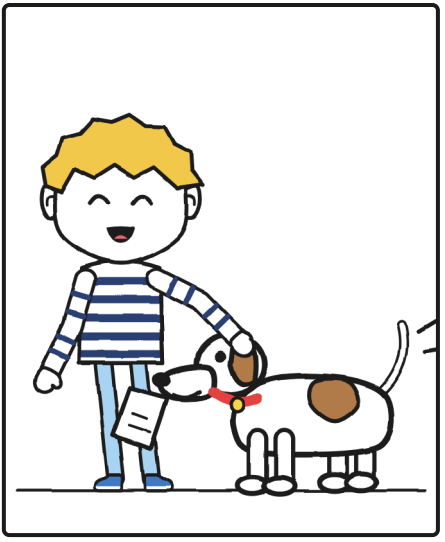
یہاں مجھے ایمان داری سے کام لینا پڑے گا، کیونکہ یہ ڈائری نجی ہے اور خولیتا اسے ہر حال میں پڑھے گی۔

سچ یہ ہے کہ میں نے اپنی ساری زندگی میں صرف ایک چیز پہنچائی ہے: دوسری منزل والے پڑوسی کا اخبار، ایک اتوار کو، کیونکہ وہ نیچے عمارت کے دروازے پر پڑا ہوا تھا اور مجھے لگا کہ یہاں ایک ہیرو کی ضرورت ہے۔ میں نے وہ ان کے کتے کو دے دیا۔ کتے نے اسے کھا لیا۔ میرے کیریئر کا خاتمہ۔

اور میں نے وہی کہا جو دوست بنانے کے شوق میں کہا جاتا ہے:

«ہاں۔ میں اپنے پرانے محلے میں پروفیشنل ڈیلیوری بوائے تھا۔»

کتوں کا پروفیشنل۔

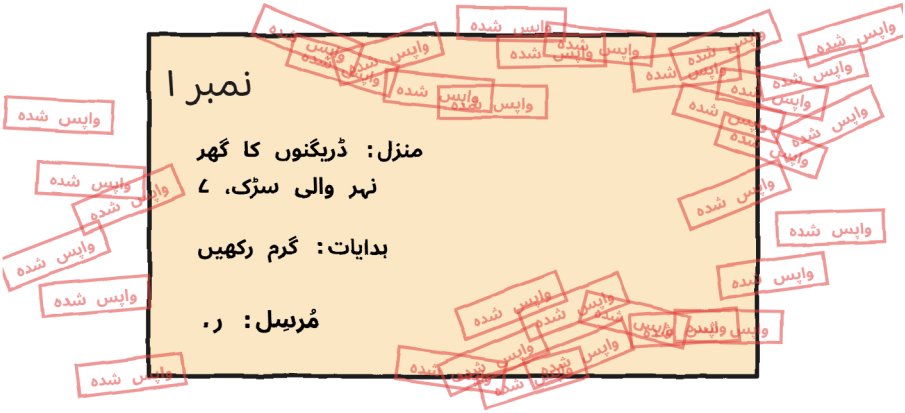




جھوٹ ایسے پارسل کی طرح ہوتا ہے جس پر مہر لگ چکی ہو: بڑے وقار سے اڑتا ہے، زمین کو چھوئے بغیر سڑک پار کرتا ہے اور کسی نہ کسی لمحے لوٹ آتا ہے۔ اس وقت مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ والا کب لوٹے گا، اور کون اسے بلند آواز سے پڑھے گا۔

خولیتا نے مجھ سے ثبوت نہیں مانگے۔ وہ سیدھی شیلف کی طرف گئی اور اس نے وہ واحد پارسل نکالا جو باقی رہ گیا تھا: نمبر ۱۔ جو پہنچایا نہیں جا سکتا۔ اس کے ہاتھ ذرا ذرا کانپ رہے تھے، مگر ڈر سے نہیں، یا صرف ڈر سے نہیں: یہ وہ کپکپاہٹ تھی جو تب ہوتی ہے جب تم بہت سے میچ بینچ پر بیٹھے رہے ہو اور آخرکار کوچ تمہارا نام پکار لے۔ میرے ہاتھ بھی کانپ رہے تھے، مگر میں اسے بہتر چھپا لیتا تھا: بس اتنا ظاہر ہوتا تھا کہ میں نے سویٹر الٹا پہن رکھا تھا۔

میں نے «واپس شدہ» کی مہریں گنیں۔ سینتیس۔ لیبل لیبل کم تھا، مہر زیادہ۔



اس ساری سرخی کے نیچے، اگر کسی کو دلچسپی ہو تو، لکھا تھا:

- منزل: ڈریگنوں کا گھر، نہر والی سڑک، ۷۔
- ہدایات: گرم رکھیں۔
- مُرسِل: ر.

«اگر ہم اسے صبح ہونے سے پہلے پہنچا دیں،» خولیتا نے کہا، «تو مارا دیکھ لیں گی کہ میں واپس شدہ پارسل پہنچا سکتی ہوں۔»

«اور اگر نہ پہنچایا؟»

«اگر نہ پہنچایا تو وہ خود لوٹ آتا ہے اور سمجھو یہاں کچھ ہوا ہی نہیں۔»

مجھے یہ بہت اچھا پلان لگا۔ اس میں وہ دونوں چیزیں تھیں جو ہر پلان میں ہونی چاہییں: کامیاب ہو تو انعام، اور ناکام ہو تو کوئی نتیجہ نہیں۔ مجھے ابھی تک معلوم نہیں تھا کہ اندر کیا ہے۔



کسی نے سائیکل کی گھنٹی بجائی۔ دو بار، جیسے کوئی ایسے دروازے پر دستک دے جو اس کا اپنا نہ ہو۔ دکان کی کھڑکی کے شیشے میں ایک لڑکا نظر آیا، ہیلمٹ پہنے اور پیلا بیگ لیے، جس پر لکھا ہوا اندر سے پڑھا جا سکتا تھا: «برق ڈیلیوری۔ دس منٹ میں یا مفت۔»

«ناممکن ڈیلیوریاں؟» اس نے اس لہجے میں کہا جس میں وہ شخص بولتا ہے جو یہی مذاق پچھلے ہفتوں میں بھی کر چکا ہو۔ «تم لوگوں سے کچھ پہنچانا ہی ناممکن ہے۔»

ٹونیو۔ بہت ہی تیزی سے بہت ہی بورنگ چیزیں پہنچاتا ہے۔

«تو آج ہم یہ پہنچائیں گے،» خولیتا نے کہا اور پارسل اوپر اٹھا دیا۔

ٹونیو نے «ڈریگنوں کا گھر» پڑھا اور اتنا ہنسا کہ اس کا ہیلمٹ گر گیا۔ ہیلمٹ لڑھکتا ہوا دروازے تک چلا گیا۔ اس نے اسے ہنستے ہنستے اٹھایا، اور جب وہ سیدھا ہوا تو اب ہنس نہیں رہا تھا۔

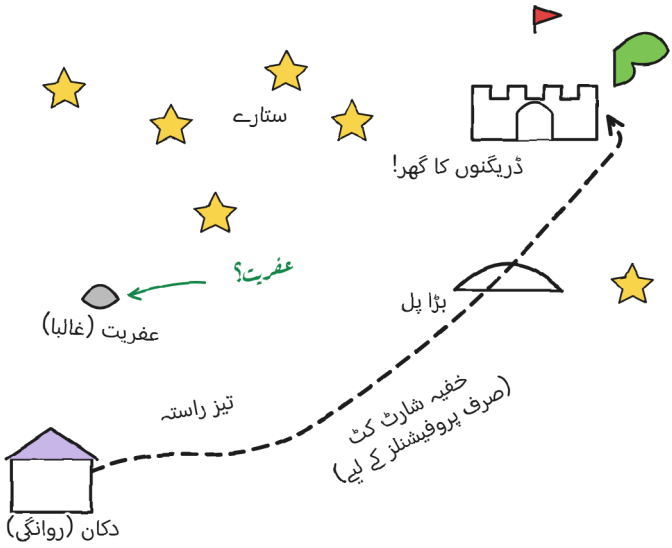
«نہر والی سڑک پر نمبر ۷ ہے ہی نہیں،» اس نے کہا۔ «وہ ۵ سے سیدھی ۹ پر جا پہنچتی ہے۔ مجھے پتا ہے کیونکہ میں نے اسے ڈھونڈا تھا۔»

«تم نے اسے کیوں ڈھونڈا تھا؟» خولیتا نے پوچھا۔

ٹونیو نے ہیلمٹ پہنا۔ اس نے بلا وجہ گھنٹی ایک بار پھر بجائی اور بہت تیزی سے پیڈل مارتا ہوا چلا گیا، جو ٹونیو ان سوالوں کے ساتھ کرتا ہے جن کا وہ جواب نہیں دینا چاہتا۔ میرے پاس دو معلومات رہ گئیں: اس نے نمبر ۷ ڈھونڈا تھا، اور «برق» ہر چیز میں اتنا تیز نہیں تھا۔



میں نے ڈیلیوری کا نقشہ بنایا۔ پروفیشنل ڈیلیوری بوائے نقشے بناتے ہیں، اور میں نے، تکنیکی طور پر، کہا تھا کہ میں ایک ہوں۔



ستارے راستے میں نہیں ہیں۔

نقشے میں ایک «تیز راستہ» تھا، ایک «خفیہ شارٹ کٹ» (صرف پروفیشنلز کے لیے)، «بڑا پل»، ایک «عفریت (غالبا)» اور چھ ستارے۔ ستاروں کا کوئی کام نہیں تھا۔ بس مجھے لگتا تھا کہ ستاروں کے بغیر نقشہ سنجیدہ نقشہ نہیں ہوتا۔

عفریت بھی راستے میں نہیں ہے۔ میں نے تصدیق کر لی ہے۔ — خ.

اصلی راستے سے، جس میں ستارے نہیں تھے، ہم نے بڑا پل پار کیا۔ دن میں وہ نیچے ہوتا ہے اور اسے ہر کوئی پار کرتا ہے: سائیکلیں، ٹرالی دھکیلتی خواتین، بطخ کے ساتھ ایک آدمی۔ خولیتا نے اسے بالکل بیچ سے پار کیا، مجھ سے مہر اور سیاہی کے بارے میں بہت تیزی سے باتیں کرتے ہوئے، ایک بار بھی پانی کی طرف دیکھے بغیر۔ میں نے سوچا کہ شاید اس لیے کہ وہ اسے بہت بار دیکھ چکی ہے۔ اس کی ڈنگری کی جیب سے ایک ریت کی گھڑی جھانک رہی تھی جو وہ کاؤنٹر سے اٹھا لائی تھی۔ اس سے یہ پتا نہیں چلتا کہ صبح ہونے میں کتنی دیر ہے؛ وہ

صرف ریت گرتی دیکھنے اور گھبرانے کے کام آتی ہے۔ میں سمجھ گیا کہ وہ اس قسم کی لڑکی ہے جو ڈیلیوری پر ریت کی گھڑی ساتھ لے جاتی ہے۔ مجھے یہ اچھا لگا۔ میں اپنے ساتھ نائٹ سوٹ لے گیا تھا۔

نہر والی سڑک، ۷ کوئی گھر نہیں تھا۔ وہ ایک دیوار تھی۔

ٹونیو ٹھیک کہہ رہا تھا: ۵ کے بعد سیدھا ۹ آ جاتا تھا، اور ان دونوں کے بیچ ایک ہموار، ہلکے رنگ کی دیوار تھی، جس میں نہ دروازہ تھا نہ کھڑکی، نہ گھنٹی۔ اس میں صرف ایک چیز تھی، بہت نیچے، زمین کے تقریبا برابر، کسی بہت چھوٹی چیز کی عین اونچائی پر: پیتل کی ایک تختی، جس میں پنجے کی شکل کا ایک گڑھا بنا تھا۔ اوپر چار چھوٹے گڑھے اور ان کے نیچے ایک بڑا، جیسے کسی نے بہت پہلے وہاں کوئی چیز ٹکائی ہو اور دیوار کے پاس اس کی شکل رہ گئی ہو۔

«شاید یہ لیٹر باکس ہو،» میں نے کہا۔

پارسل اس میں نہیں سماتا تھا۔ ترچھا کرنے پر بھی نہیں۔ کونے سے بھی نہیں۔

ہم نے وہ سب آزمایا جو دیوار کے ساتھ آزمایا جاتا ہے:

1. دستک دینا۔ (کچھ نہیں۔)
2. چیخنا۔ (کچھ نہیں، بس زیادہ زور سے۔)
3. اوپر سے جھانکنا۔ میں خولیتا کے کندھوں پر چڑھ گیا، جو دیکھنے میں جتنی لگتی ہے اس سے زیادہ مضبوط ہے، اور سر اوپر نکالا۔ دوسری طرف ایک اور دیوار تھی۔
4. ہار ماننا۔ یہ ہمیں سب سے اچھا آیا۔

ایک خاتون اپنی بالکونی سے ہمیں دیکھ رہی تھیں، جیرینیم کے گملوں کو پانی دیتے ہوئے، جھاری ہوا میں اٹھائے ہوئے، جیسے یہ فلم وہ پہلے دیکھ چکی ہوں۔

«یہ پارسل برسوں سے آ رہا ہے،» انہوں نے کہا۔ «ہمیشہ جیسا آتا ہے ویسا ہی لوٹ جاتا ہے۔»

انہوں نے یہ بات بغیر کسی بدنیتی کے کہی، جیسے موسم کا حال سنایا جاتا ہے۔ پھر وہ پانی دیتی رہیں۔ اس محلے میں، میں سمجھ گیا، جو پارسل پہنچایا نہ جا سکے وہ بس موسم کا ایک اور مظہر تھا۔



سردی تھی۔ ابھی ابھی شروع ہونے والی خزاں کی وہ سردی جو آستینوں میں گھس جاتی ہے۔ خولیتا نے لیبل دوبارہ پڑھا، دھیمی آواز میں، جیسے پچھلی بار کے بعد وہ بدل گیا ہو۔

«‹گرم رکھیں›،» اس نے کہا۔ «اور یہ برسوں سے ایک ٹھنڈے شیلف پر پڑا ہے۔»

میں نیا ہوں۔ اگر کسی چیز پر لکھا ہو «گرم رکھیں» تو میں اسے گرم رکھتا ہوں۔ ہم نئے لوگ ہدایات پڑھ لیتے ہیں: ہمارے پاس بس یہی ہوتا ہے، کیونکہ ہمیں ابھی یہ معلوم نہیں کہ کون سی ہدایات نظرانداز کی جا سکتی ہیں۔ باقی لوگ اتنی دیر سے ایک ہی جگہ ٹکے ہیں کہ اب پڑھتے نہیں؛ وہ جانتے ہیں۔ اور کبھی کبھی جو وہ جانتے ہیں وہ غلط ہوتا ہے۔

میں نے پارسل سویٹر کے نیچے ڈال لیا، ہم نے بڑا پل دوبارہ پار کیا، اور میں ایلیسا کی بیکری کی جالی پر بیٹھ گیا، جہاں سے اوون کی ہوا نکلتی ہے۔ جالی زمین کے برابر ہے، دیوار سے لگی ہوئی، اور اس میں سے ایک ہلکی گرم ہوا اٹھتی ہے جس میں تازہ سنکی روٹی کی خوشبو ہوتی ہے۔ میں وہیں بیٹھا رہا، سیدھی پیٹھ کے ساتھ اور پارسل پیٹ سے لگائے، اتنے وقار کے ساتھ جتنا زمین پر بیٹھے ہوئے، نائٹ سوٹ میں، کپڑوں کے نیچے ایک ڈبہ لیے کوئی رکھ سکتا ہے۔ خولیتا نے ریت کی گھڑی الٹی کر دی اور کھڑی رہی، نگرانی کرتے ہوئے، کچھ کہے بغیر۔

تم تو امید سے لیٹر باکس لگ رہے ہو۔

بلند آواز سے کچھ کہے بغیر، میرا مطلب ہے۔

ہم کافی دیر ایسے ہی رہے۔ روٹی کی خوشبو آ رہی تھی۔ مجھے پسینہ آنے لگا تھا۔ پسینے کے بارے میں نہ سوچنے کے لیے ہم نے باتیں کیں؛ یا یوں کہو کہ میں نے کیں، اور خولیتا نے بس ضرورت بھر جواب دیا۔

«تمہارے لیے یہ والا پہنچانا اتنا اہم کیوں ہے؟» میں نے اس سے پوچھا۔
«انیس اور بھی تو ہیں۔»

اس نے ریت ختم ہونے سے پہلے ہی گھڑی الٹ دی۔

«کیونکہ گننا اور پہنچانا ایک بات نہیں،» اس نے کہا۔ «میں بہت سے ہفتوں سے ہر ہفتے کے دن بس گنتی ہی کرتی آ رہی ہوں۔»

پھر اس نے مجھ سے پوچھا کہ میرا پرانا محلہ کیسا تھا، اور میں سچ بتانے کے قریب پہنچ گیا: کہ مجھے وہاں کچھ کرنا یاد ہی نہیں، بس اس کا میرا ہونا یاد ہے۔ کہ میں ربڑ کے مینڈک جیسا تھا: ابھی تک بغیر اپنی کسی جگہ کے۔ میں نے یہ کہنے کے لیے منہ کھولا اور منہ سے کچھ اور نکل آیا، کوئی چیز تمغوں والی موٹر سائیکل کے بارے میں۔ اس نے میری طرف دیکھے بغیر سر ہلا دیا۔ مجھے لگا کہ اب وہ میری بات پر یقین نہیں کرتی۔ اسے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ اور یہی ساری صبح کی سب سے اچھی بات تھی۔

پھر کسی چیز نے میرے پیٹ پر ہلکی سی ضرب لگائی۔ ٹھک۔

«وہ تمہارا پیٹ تھا؟» خولیتا نے پوچھا۔

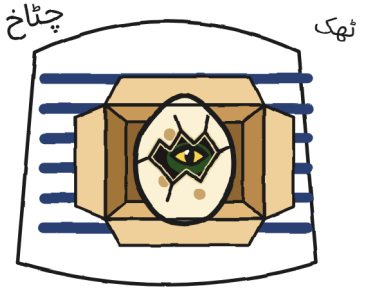
«میرا پیٹ ٹھک نہیں کرتا۔»

ٹھک۔ ٹھک۔

میں نے سویٹر ہٹایا۔ پارسل کے ڈھکن کے نیچے کوئی گول سی ہلکے رنگ کی چیز تھی، دھبوں والی، جو نہ جوتوں کا ڈبہ تھی نہ ایسی کوئی چیز جو ڈبوں میں بکتی ہو۔ اس میں ایک دراڑ تھی جو میرے دیکھتے دیکھتے بڑی ہو رہی تھی۔

چٹاخ۔

اور پارسل نے مجھے دیکھا۔



ایک پیلی آنکھ، پوری کھلی ہوئی، دراڑ کے بیچ میں۔ وہ خولیتا کو نہیں دیکھ رہی تھی، جسے پارسلوں کی سمجھ تھی۔ وہ بیکری کو نہیں دیکھ رہی تھی، نہ ریت کی گھڑی کو، نہ اس آسمان کو جہاں سے صبح ہوتے ہی ہر چیز لوٹ آتی ہے۔ وہ مجھے دیکھ رہی تھی۔ اور چار دن میں پہلی بار، سوالیہ نشانوں سے گھرے گھروں والے اس محلے میں، کوئی اس بارے میں پوری طرح پُریقین لگ رہا تھا کہ میں کون ہوں۔

مجھے کسی نے خبردار نہیں کیا تھا کہ کچھ ڈیلیوریاں ایسی بھی ہوتی ہیں جن میں پارسل تمہیں چن لیتا ہے۔